فسادات کے افسانے اور ممتاز شیریں

ایم ۔خالد فیاض☆

Abstract

Mumtaz Shireen is considered among the urdu critics of first rank. She studied Urdu Fiction in the vast background of Western literature and gave very deep insight into the criticism of Urdu literature. She wrote valuable fiction in Urdu on the topic of riots and different critics expressed their valuable opinions. Here in this article an effort has been made to present critical and critical views of Mumtaz Shireen on ficton of riots; so that an awareness may come about as such.

حسن عسکری نے فسادات کے حوالے سے یہ سوال اٹھایا تھا کہ ''کیا یہ واقعات بفسہ اور محض واقعات کی حیثیت سے ادب کا موضوع بن سکتے ہیں؟''(۱) اس سوال کی اہمیت اپنی جگہ مگر اصل صورت حال یہ ہے کہ فسادات ہمارے ادب کا موضوع بنے اور دوسرا یہ کہ ممتاز شیریں کا تعلق فسادات کے حوالے سے اس گروہ سے تھا جس کا خیال یہ تھا کہ فسادات کو اگر پوری قوم کے تجربے کی حیثیت سے ایک وسیع تاریخی، سیاسی اور معاشرتی پس منظر کے ساتھ پیش کیا جائے تو پایہ کی تخلیق ممکن ہے اس لیے ممتاز شیریں کا کہنا تھا کہ ''فسادات کے پیچھے تو اتنا وسیع سیاسی، تاریخی، معاشرتی پس منظر ہے کہ اس پر ٹالسٹائی کے 'جنگ اور امن' کی سی چیز لکھی جا سکتی ہے''۔(۲) لہٰذا ممتاز شیریں اس طرح کے سوالات سے نہیں الجھتیں کہ فسادات ادب کا موضوع بن سکتے ہیں یا نہیں؟ یا فساداتی ادب کو ادب عالیہ میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ وہ براہ راست ایسے افسانوں کا مطالعہ پیش کرتی ہیں اور ان سے کچھ

☆ لیکچرار شعبہ اردو، گجرات یونیورسٹی، گجرات

نتائج مرتب کرتی ہیں۔

سب سے پہلے ممتاز شیریں اس بات کا اعتراف کرتی ہیں کہ فسادات ہمارے ادیبوں کے لیے ایسی قریبی حقیقت تھے کہ جن سے صرف نظر کرنا ممکن ہی نہ تھا اور اسی لیے فسادات ہمارے ادب پر چھا سے گئے۔ لکھتی ہیں:

''جنگ عظیم کرۂ ارض کے طول وعرض میں لڑی جانے کے باوجود ہندوستان سے دور تھی اور ادیب کے ماڈل ،یعنی انسانی زندگی ۔۔۔اپنے گردوپیش کی انسانی زندگی میں کوئی ہلچل تو کیا ایک ہلکے سے تموج کی کیفیت بھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جنگ کا صرف اقتصادی اثر پڑا تھا۔۔۔بنگال کے قحط سے پڑھنے والوں اور لکھنے والوں کے لیے رومانی تصور وابستہ تھا،۔۔۔خود بنگال میں اس سے بہت مختلف افسانے لکھے گئے ہوں گے کیوں کے ان کے لیے قحط بالکل قریبی حقیقت تھی۔ فسادات ہمارے لیے بالکل قریبی حقیقت ہیں؛ ہولناک ،انتہائی بھیانک ،ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی، آنکھوں کے سامنے کی حقیقت!۔۔۔ فسادات نے زندگی کو تہ وبالا کر دیا تھا اس لیے فسادات نے ہمارے ادب پر صرف اثر ہی نہیں ڈالا بل کہ ادب پر اس طرح چھا گئے کہ عرصے تک اور کسی موضوع پر شاذ ہی لکھا گیا''۔(۳)

اگر چہ ممتاز شیریں یہ تسلیم کرتی ہیں کہ فسادات کے مقابلے میں جنگی ادب زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیوں کہ اس میں بہادری کا مظاہرہ ہوتا ہے، اپنے وطن سے محبت کا اور وطن کے لیے یا کسی بلند آدرش کے لیے قربانی دینے کا جذبہ ہوتا ہے جب کہ فسادات میں تو قتل عام ہوتا ہے اور خوں ریزی، وحشیانہ پن اور درندگی کی گھناؤنی تصویریں ہی ادب کا حصہ بنتی ہیں جو بڑے ادب کی تخلیق کا باعث نہیں ہوسکتیں لیکن پھر بھی بقول ممتاز شیریں:

''فسادات میں اگر اجتماعی جذبے کے طور پر نہیں تو کم از کم انفرادی حالات میں

بلند جذبے اور انسانی کردار کی بلندی ملتی ہے۔ فسادات پر چند بہت اچھے افسانوں میں یہ موقعے دیکھیے جو Sublime کی حدوں کو چھو لیتے ہیں''۔(۴)

اور یہاں ممتاز شیریں، عزیز احمد کے افسانہ ''کالی رات''، حیات اللہ انصاری کے افسانہ ''شکرگزار آنکھیں'' اور بندوگھوش کے افسانہ 'فیرس لین'' میں سے اقتباسات بطور مثال پیش کرتی ہیں۔

ممتاز شیریں فسادات پر لکھے گئے ان افسانوں کو زیادہ سراہتی ہیں جن میں بنیادی انسانی مسئلہ کو اجاگر کیا گیا ہے۔ انہیں اعتراض ہے تو ایسے فساداتی ادب پر جو سیاسی، سماجی اور مذہبی صورت حال کو تو نمایاں کرتا ہے بلکہ فارمولا بنا کر ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت افسانہ لکھتا ہے اور انسانی صورت حال کو نظر انداز کر جاتا ہے جو افسانے کا اصل تھیم ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں وارث علوی کا بیان کافی غور طلب ہے، لکھتے ہیں:

> ''انسانوں سے متعلق ہر صورت حال سب سے اول انسانی صورت حال ہے اور بعد میں سماجی، سیاسی اور اخلاقی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صورت حال کے انسانی پہلوؤں کو ہم نظر انداز کر جاتے ہیں اور صرف سماجی اور سیاسی پہلوؤں کی چھان پھٹک شروع کر دیتے ہیں۔ فسادات پر سیاسی آدمیوں اور اخباری کالم نویسوں کی تحریروں میں جو چیز غائب ہے وہ یہی انسانی نقطۂ نظر ہے۔ ان لوگوں کو اس بات کا گویا احساس ہی نہیں کہ فسادات سب سے پہلے ایک انسانی مسئلہ ہے''۔(۵)

اس لیے ممتاز شیریں کو 'فیرس لین''، ''جڑیں''، ''کھول دو''، ''ٹھنڈا گوشت''، ''لاجونتی'' اور ''یا خدا'' جیسے افسانے زیادہ پسند آتے ہیں کہ اس میں انسانی صورت حال زیادہ اجاگر ہوتی ہے۔ اصل میں حسن عسکری، ممتاز شیریں، انتظار حسین اور واث علوی فسادات کے المیہ کی جڑیں؛ سیاست، معاشرت، مذہب یا تہذیب سے زیادہ انسانی سرشت میں تلاش کرتے ہیں اس لیے ان کا بنیادی موقف یہ نہیں کہ فسادات کی اصل وجہ سیاسی تھی یا معاشرتی بلکہ وہ ان کا سرا انسانی سرشت میں

ڈھونڈتے ہیں۔ ''اندھی گلی'' میں انتظار حسین کے دو کرداروں کا یہ مکالمہ اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہے:

> ''ہمارے اور ان کے درمیان فاصلہ بہت تھا۔ زبان کا فاصلہ، تہذیب کا فاصلہ۔ ہم نے اس فاصلےکو پاٹنے اور انہیں جاننے کی کوشش نہیں کی۔ نہ انہوں نے ہمیں جانا نہ ہم نے انہیں پہچانا'۔
> نعیم تلخ سی ہنسی ہنسا' ہابیل اور قابیل تو ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ ان کی زبان ایک تھی۔ ان کی تہذیب ایک تھی، پھر کیا ہوا؟'' (۶)

لہٰذا اس میں شک نہیں کہ فرقہ وارانہ فسادات پر بے شمار افسانے لکھے گئے لیکن یہ بھی درست ہے کہ ''ان میں زیادہ تعداد ایسے افسانوں کی تھی جو صرف واقعاتی یا حادثاتی تھے۔۔۔ ان میں تخلیقی جذبہ اور فن کا حسن مفقود تھا''۔ (۷) اس لیے ممتاز شیریں جہاں ترقی پسندوں کے فارمولائی فسادتی افسانوں کو تنقید کا نشانہ بناتی ہیں وہاں وہ یہ توجیہ بھی دلاتی ہیں کہ ابتدا میں سطحی اور بناوٹی افسانے اس لیے بھی لکھے گئے کہ ''فسادات اس وقت ذہن میں رس بس کر ذہنی تجربے کی حد میں داخل نہیں ہوئے تھے''۔ (۸) لیکن بعد میں ایک سنبھلی ہوئی کیفیت اور فنی سطح پر پختگی نظر آتی ہے کیوں کہ اس وقت یہ واقعات افسانہ نگار کے ذہنی تجربات کا حصہ بن گئے تھے اور اب اس کی جذباتیت بھی قدرے کم ہوگئی تھی۔ اور پھر:

> ''یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ بحران کے دوران ہی میں جو چیزیں لکھی جاتی ہیں ان سے کہیں زیادہ دیرپا اثر اور مستقل حیثیت رکھنے والی وہ تحریریں ہوتی ہیں جن میں وقت کا کافی فاصلہ ہوتا ہے۔ وقت کی دوری پس منظر کو زیادہ وسیع بنا دیتی ہے اور نگاہ فاصلے سے دور دور تک پہنچتی ہے اور وقتی جذبات emotions recollected in tranquility کی سنجیدگی اور گہرائی حاصل کر لیتے ہیں''۔ (۹)

''لاجونتی'' اور ''بن لکھی رزمیہ'' کو اسی حوالے سے ممتاز شیریں فسادات پر لکھے گئے افسانوں میں بہترین افسانے شمار کرتی ہیں۔حتیٰ کہ ''بن لکھی رزمیہ'' کے بارے میں ممتاز شیریں کا خیال ہے کہ:

''فسادات کو ایک وسیع سیاسی اور معاشرتی پس منظر کے ساتھ پیش کیا جا سکے اور پوری قوم کا تجربہ سمویا جا سکے تو پایہ کی تخلیق ممکن ہے۔فسادات پر کوئی تحریر اس معیار کے قریب آتی ہے تو وہ انتظار حسین کا افسانہ 'بن لکھی رزمیہ' ہے''۔(۱۰) اپنے مضمون ''پاکستانی ادب کے چار سال'' میں ممتاز شیریں فسادات پر لکھے گئے افسانوں کا ایک اور حوالے سے بڑا معقول تجزیہ کرتی ہیں اور پھر منٹو کی انفرادیت کو اس ضمن میں بیان کر کے سراہتی ہیں، لکھتی ہیں:

> ''فسادات کی تحریروں میں عموماً انسانی فطرت کے دو انتہائی پہلو ملتے ہیں: ایک انتہائی پستی، دوسرا انتہائی بلندی۔۔۔غرض ان تحریروں میں انسان یا تو شیطان نظر آتا ہے یا فرشتہ۔منٹو نے انسان کو انسان کی طرح دیکھا ہے جو بیک وقت پستیوں اور بلندیوں کا مجموعہ ہے۔بل کہ منٹو نے تو یہ ثابت کیا ہے کہ حیوانیت کی آخری حد تک گر کر بھی انسان میں انسانی حس باقی رہتی ہے''۔(۱۱)

''یا خدا'' قدرت اللہ شہاب کا فسادات کے حوالے سے وہ افسانہ ہے جو ممتاز شیریں کو بہت پسند ہے۔اس میں فسادات میں عورت کا المیہ موضوع بنتا ہے اور بقول ممتاز شیریں کمال یہ ہے کہ:

> ''صرف ایک ہی پہلو اور ایک ہی کردار کو لینے کے باوجود اور مصنف کے اپنی طرف سے وسیع پس منظر دیے بغیر افسانے میں اجتماعی احساس ہے، وسعت اور ہمہ گیری ہے۔فوکس ایک ہی نقطے پر کیا گیا ہے لیکن اس کے پیچھے ہمیں یہ بڑی ہولناک، گہری ٹریجڈی نظر آجاتی ہے''۔(۱۲)

پھر یہ کہ شہاب کا طنز، بغاوت اور ''خاموش فن'' بھی ممتاز شیریں کو متاثر کرتا ہے۔لکھتی ہیں:

> ''شہاب نے اپنے طنز کی زد میں سب کو لے لیا ہے۔۔۔لیکن یہ طنز ظاہری اور تیز نہیں بھرپور ہے۔۔۔اور بغاوت۔شہاب کا یہ افسانہ تو جیسے بغاوت سے

معمور ہے۔ شہاب کا فن خاموش فن ہے۔ فن میں مقصد اس طرح ڈھکا رہتا ہے
کہ ہم اسے دیکھے بغیر محسوس کر سکتے ہیں''۔ (۱۳)

''یا خدا'' کو ممتاز شیریں ان ہی وجوہ کی بنا پر فسادات پر لکھے گئے افسانوں میں بہترین قرار دیتی ہیں (۱۴) مگر وہ اس کی جذباتیت کو محسوس نہ کر سکیں جسے اگر چہ حسن عسکری نے اس لیے قابل اعتنا نہیں سمجھا کہ ''یا خدا'' مقصدی ادب کی ذیل میں آتا ہے مگر انہوں نے ''یا خدا'' میں جذباتیت کے عنصر کو پا ضرور لیا۔ لکھتے ہیں:

''کتاب (یا خدا) میں جذباتیت تو ضرور ہے۔ مگر چوں کہ ہم اسے مقصدی
ادب کے لحاظ سے جانچ رہے ہیں اس لیے اس پر اعتراض غلط ہوگا''۔ (۱۵)

''یا خدا'' پر ممتاز شیریں کا دیباچہ جو ''معیار'' میں ''یا خدا'' کے عنوان سے مضمون کی صورت شامل ہے کل پندرہ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سے بمشکل ڈیڑھ صفحہ ''یا خدا'' پر ہے باقی ساڑھے تیرہ صفحات فسادات پر لکھے گئے ترقی پسندوں کے افسانوں کی تنقید پر صرف ہو گئے ہیں اور وہی باتیں ہیں جو بعد میں ''فسادات پر ہمارے افسانے'' میں دہرائی گئیں۔ اسی لیے ابو الفضل صدیقی کو یہ کہنا پڑا کہ

''انہوں (ممتاز شیریں) نے بجائے اس کے کہ اپنی ناقدانہ قوتیں افسانہ (یا خدا) کے حسن و قبح پر صرف کرتیں بل کہ ترقی پسندوں کے خلاف زور قلم دکھایا''۔ (۱۶)

پھر یہ کہ ممتاز شیریں ''یا خدا'' کا ''ان داتا'' سے بار بار تقابل کرتی ہیں۔ اس کی وجہ کچھ سمجھ نہیں آتی۔ کیوں کہ ''ان داتا'' کا موضوع بنگال کا قحط ہے اور ''یا خدا'' کا موضوع فسادات میں گھری ایک مظلوم لڑکی ہے۔ جہاں تک سوال ہے تکنیک کی یکسانیت کا جس کو ممتاز شیریں اس تقابلی مطالعے کی بنیاد بناتی ہیں اور ''یا خدا'' کے بارے میں کہتی ہیں کہ ''تکنیک بھی ''ان داتا'' کی سی ہے۔ یہاں بھی تین حصے ہیں''۔ (۱۷) تو اگر ہم تکنیکی سطح پر بھی ''ان داتا'' اور ''یا خدا'' کا مطالعہ کریں تو واضح ہوگا کہ جس طرح ''ان داتا'' سہ بعدی تکنیک میں شمار کیا جا سکتا ہے، ''یا خدا'' کو ہم اس طرح سے اس تکنیک کا حامل قرار نہیں دے سکتے۔ کسی افسانے کے محض تین حصوں پر مشتمل ہونے سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ

سہ بعدی تکنیک کا افسانہ ہے۔ اور ایک جگہ روانی میں ممتاز شیریں اس کا قدرے ہلکا سا اظہار کر گئی ہیں کیوں کہ بہر حال وہ تکنیک کا شعور رکھنے والی نقاد ہیں۔ لکھتی ہیں:

''جہاں 'ان داتا' میں تین حصے بالکل مختلف ہیں اور صرف ایک ہلکے سے تار میں منسلک ہیں یہاں دلشاد ہی تینوں حصوں پر چھائی ہوئی ہے اور اسی کی مسلسل داستان بیان ہوئی ہے''۔ (۱۸)

''ان داتا'' اور ''یا خدا'' کا تقابل کرنا مقصود ہی تھا تو وہ طنز کے حوالے سے ہو سکتا تھا۔ ورنہ ممتاز شیریں کو ''یا خدا'' کی فنی حیثیت نمایاں کرنے کے لیے اس کا تقابل ''بن لکھی رزمیہ''، ''لا جونتی'' یا پھر منٹو کے فسادات پر لکھے گئے افسانوں سے کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح سے ہم دیکھ پاتے کہ ''یا خدا''، ''بن لکھی رزمیہ'' کے مقابلے میں کس قدر وسیع تاریخی اور معاشرتی پس منظر رکھتا ہے؟ ''لا جونتی'' کے مقابلے میں کس قدر عورت کے دکھ اور کرب کو وجودی سطح پر عیاں کر پایا ہے؟ اور منٹو کے افسانوں کے مقابلے میں کس قدر انسانی معنویت کی تلاش کر سکا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن بہر حال ممتاز شیریں ''یا خدا'' کا ایسا تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے سے یا تو قاصر رہیں یا پھر گریزاں، کہ یوں ''یا خدا'' اس اہمیت اور قدر و قیمت کا حامل نہ رہتا جس کو جتانے کا ممتاز شیریں ارادہ کر چکی تھیں۔

بہر حال مجموعی طور پر ممتاز شیریں اردو کے فساداتی افسانوں سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں۔ ممتاز شیریں جو اپنے مضمون 'مغربی افسانے کا اثر اردو افسانے پر'' میں یہ کہ چکی ہیں کہ:

''ہمارے افسانے کا دائرہ ہر لحاظ سے وسیع ہے۔ تکنیک، رجحان، موضوع و مواد۔ ہر اعتبار سے ہمارا افسانہ متمول اور متنوع ہے۔ اگر معاشرتی حقیقت نگاری میں 'آخری کوشش' (حیات اللہ انصاری)، 'کلیاں اور کانٹے' (اختر اورینوی) اور 'زندگی کے موڑ پر' (کرشن چندر) کے سے شاہ کار ہیں تو رمزیت میں 'قید خانہ' (احمد علی) کا سا نہایت گہرا اور مکمل افسانہ۔ ایک طرف 'بابو گوپی ناتھ' (منٹو) اور 'حرام جادی' (عسکری) کے سے انفرادی افسانے ہیں تو دوسری طرف 'آنندی' (غلام عباس) کا سا اجتماعی افسانہ۔ ایک طرف۔۔۔ قدرت اللہ شہاب کا 'تلاش' جس میں صرف ایک موڈ کی گرفت ہے تو

دوسری طرف تینوں بُعد کے افسانے: 'ان داتا'، 'مدن سینا اور صدیاں' اور 'میگھ ملہار' جو ایک وسعت و گہرائی، عظمت وشان اور ایک colassus کا احساس دلاتے ہیں۔ ان افسانوں کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارا افسانہ کسی بھی لحاظ سے مغربی افسانے سے پیچھے رہ گیا ہے؟''(۱۹)

آخری جملے کی جذباتیت سے قطع نظر، دکھائی دیتا ہے کہ ممتاز شیریں اردو افسانے کو کسی طور کم تر نہیں سمجھتیں اور وہ بڑے اعتماد سے اردو افسانوں کے انتخاب کو مغربی افسانوں کے مقابل رکھنے کو تیار ہیں۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک طرف محمد حسن اردو افسانے کے بارے میں اپنے شکوک و شبہات کا یوں اظہار کر رہے تھے:

> ''ہمارے افسانوں کی متاعِ فکر پر غور کیجیے تو وہ بہت محدود ہے سوائے زندگی کی آرزومندی اور اس کے شکست ہو جانے کی داستان کے ان میں کوئی نظامِ فکر اور سوچ کے پہلو نہیں ملتے۔۔۔ اس کے سامنے کائنات اور اس کی زندگی کے مسائل پوری طرح واضح ہی نہیں ہوئے ہیں''۔(۲۰)

اور دوسری طرف حسن عسکری اردو ادب کی موت کا اعلان کر رہے تھے۔(۲۱) ایسی صورت میں ممتاز شیریں کا اردو افسانے پر اعتماد قابلِ تحسین اور قابلِ قدر رہے لیکن یہی ممتاز شیریں فسادات پر جب مجموعی رائے کا اظہار کرتی ہیں تو نتیجہ زیادہ حوصلہ افزا نہیں نکلتا اور کسی حد تک انتہا پسندی کا گمان بھی ہوتا ہے جب وہ لکھتی ہیں:

> ''فسادات پر پچاسوں افسانے لکھے گئے ہیں اور الگ الگ پہلوؤں پر چند ایک واقعی اچھے افسانے بھی ملتے ہیں لیکن یہ سب چیدہ چیدہ، بکھری بکھری تصویریں ہیں۔ فسادات پر ہمارا ادب اس خوں چکاں دور کی تاریخ سے زیادہ مستند اور مفصل ہوتا تو دور کی بات ہے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے ادب میں یہ ٹریجڈی اپنی ہولناکی اور وسعت کے ساتھ پیش ہوئی ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ہیئت کے اعتبار سے مختصر افسانہ اس بارگراں کو اٹھا بھی نہیں سکتا''۔(۲۲)

اصل میں اگر ہم آخری جملہ پر غور کریں اور یاد کریں کہ ایک جگہ ممتاز شیریں نے یہ کہا تھا کہ فسادات کے پیچھے اتنا بڑا تاریخی اور معاشرتی پس منظر ہے کہ اس پر ''جنگ اور امن'' کی سی چیز لکھی جا سکتی ہے، تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ممتاز شیریں بنیادی طور پر ناول کی صنف ہی کو اس قابل سمجھتی ہیں کہ وہ فسادات کے موضوع کو سمیٹ سکے، جب کہ افسانہ جیسی محدود صنف اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لیکن ممتاز شیریں اس موضوع پر کھل کر بحث نہیں کرتیں کہ فسادات کے موضوعات کو بیان کرنے کے لیے کون سی صنف زیادہ معتبر ہے؟ شاید اس لیے کہ یہ مباحث نظریاتی ہیں اور ممتاز شیریں ترقی پسند ادب اور پاکستانی ادب کے علاوہ نظریاتی مباحث کو اٹھانے سے حتی الامکان گریز برتتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) عسکری، حسن: ''فسادات اور ہمارا ادب''، مشمولہ ''انسان اور آدمی''، مشمولہ ''مجموعہ حسن عسکری''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۳۰

(۲) ممتاز شیریں: ''فسادات پر ہمارے افسانے''، مشمولہ ''معیار''، لاہور، نیا ادارہ، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۰۳

(۳) ایضاً، ص: ۲۰۱ تا ۲۰۲

(۴) ایضاً، ص: ۲۰۲

(۵) وارث علوی: ''فسادات اور فن کار''، مشمولہ ''تیسرے درجے کا مسافر''، لاہور، نگارشات، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۳۲ تا ۲۳۳

(۶) انتظار حسین: ''اندھی گلی''، مشمولہ ''شہر افسوس''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص: ۱۹۳

(۷) فردوس انور قاضی: ''اردو افسانہ نگاری کے رجحانات''، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۹ء، ص: ۴۶۰

(۸) ممتاز شیریں: ''فسادات پر ہمارے افسانے''، مشمولہ ''معیار''، ص: ۲۰۴ تا ۲۰۵

(۹) ایضاً، ص: ۲۲۷

(۱۰) ایضاً، ''پاکستانی ادب کے چار سال''، مشمولہ ایضاً، ص: ۱۷۶

(۱۱) ایضاً، ص: ۱۷۴

(۱۲) ایضاً، ''یا خدا''، مشمولہ ایضاً، ص: ۲۴۲ تا ۲۴۳

(۱۳) ایضاً، ص: ۲۴۳

(۱۴) ایضاً، ص: ۲۴۳

(۱۵) عسکری، حسن: ''فسادات اور ہمارا ادب''، مشمولہ ''انسان اور آدمی''، مشمولہ ''مجموعۂ حسن عسکری''، ص: ۱۳۸

(۱۶) ابوالفضل صدیقی: ''یا خدا اور اس کا دیباچہ''، مشمولہ ''یا خدا''، از قدرت اللہ شہاب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص: ۹۷

(۱۷) ممتاز شیریں: ''فسادات پر ہمارے افسانے''، مشمولہ ''معیار''، ص: ۲۲۰

(۱۸) ایضاً، ''یا خدا''، مشمولہ ایضاً، ص: ۲۴۲

(۱۹) ایضاً، ''مغربی افسانے کا اثر اردو افسانے پر''، مشمولہ ایضاً، ص: ۱۲۳

(۲۰) حسن محمد، ڈاکٹر: ''اردو افسانہ''، مشمولہ ''ادبی تنقید''، لکھنؤ، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۵۴ء، ص: ۱۲۹ تا ۱۳۰

(۲۱) عسکری، حسن: ''ادب کی موت کا اعلان''، مشمولہ ''محمد حسن عسکری: ایک مطالعہ''، از ڈاکٹر آفتاب احمد، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء، ص: ۲۵۸ تا ۲۶۰

(۲۲) ممتاز شیریں: ''فسادات پر ہمارے افسانے''، مشمولہ ''معیار''، ص: ۲۲۸